''تو ہو گیا پڑھا..... ختم ہو گئی تلاش..... کچھ نہ ملا زندگی میں.....؟''

یں نے اپنا موٹر سائیکل وہیں پورچ میں رکھا اور ہم دونوں وارث روڈ چلے گئے بڑی دیر سہیل مجھے امریکہ کے متعلق بتاتا رہا۔

''وہ ملک بھی کھوکھلا ہو گیا ہے..... انسانوں کی طرح ملک اور قومیں بھی ہمیشہ اپنی کمزوریوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی خوبیوں کے ہاتھوں تباہ ہو جاتی ہیں.....'' ہمیشہ کی طرح وہ بہت چمک دار اور ذہین تھا اس کے چہرے پر تمام تر امریکی چھاپ تھی۔

''کیسے؟..... سر۔''

''خوبی وہ چیز ہے جس پر انسان خود اعتماد کرتا ہے جس کی وجہ سے دوسرے لوگ اس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ یہ خوبی اس کی اصلی اچھائیوں کو کھانے لگتی ہے اسی خوبی کی وجہ سے اس میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اسی خوبی کے باعث وہ انسانیت سے گرنے لگتا ہے..... فرد..... قومیں سب اپنی خوبیوں کی وجہ سے تباہ ہوتی ہیں۔''

ہم دونوں وارژ روڈ کی ایک بہت پرانی کوٹھی میں بیٹھے تھے اس کی چھتیں انیٹھوں کی تھیں اور باہر لال گیرو رنگ پھرا ہوا تھا گیٹ پر بوگن ویلا کی بیل کاسنی پھولوں سے لدی تھی۔ گھر کے پچھواڑے بے مسلسل کوئی نلکہ چل رہا تھا جس کی مدھم آواز آئے جا رہی تھی۔ کمرے میں پرانا فرنیچر، بوسیدہ پردے اور کین کا صوفہ تھا ایک قالین جو کبھی ایرانی ہو گا۔ اب فرش سے چپکی ہوئی دری نظر آ رہا تھا کھڑکیوں میں دھول سے اٹے کاغذی پھول تھے۔ سہیل کے خالو کا گھر تھا اور وہ امریکہ سے ایک مہینے کی چھٹی پر صرف رشتہ داروں سے ملنے آیا تھا۔

بہت ٹھہر ٹھہر کر سوچتے ہوئے میں نے پرفیسر سہیل سے اپنے موجودہ حالات کہے وہ چپ رہا۔

''پھر؟.....''

''پھر کیا؟.....''میں نے جواب دیا

''پھر کیا ارادہ کیا ہے؟''

میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا.....اس نے کوئی مشورہ نہ دیا۔

''میں.....میں سارا وقت سوچتا رہتا ہوں سر.....کہ انسان کی روح کہاں جاتی ہے؟.....موت کیا ہے؟ کیا موت سے ہمکنار ہوئے بغیر آدمی کبھی آزاد ہو سکتا ہے؟ .....مکمل آزاد.....''

سہیل ایک ماڈرن کیپسول سائزولی تھا۔اس کی آنکھوں میں توجہ کی ایسی شعاعیں تھیں جو ماڈرن تعلیم یافتہ آدمی کا سینہ شق کر کے اس پر اثر انداز ہو سکتی تھیں اور اس کے باوجود اپنے گریڈ اپنے.....اپنے مستقبل کے لیے بڑی جدوجہد کرتا رہتا تھا۔

''آپ تو امریکہ سے آرہے ہیں وہ لوگ تو آج کل E.S.P پر بہت ریسرچ کر رہے ہیں آپ کا کیا خیال ہے کیا روح واقعی کوئی چیز ہے؟.....کیا.....کیا.....انسان واقعی موت کے دروازے سے نکل کر کہیں جاتا ہے کیا مابعد واقعی ہے؟''

''مغرب والے ابھی ابتدائی کوششوں میں ہیں مسمرازم ہپناٹزم اور سپر چولزم جیسی کچھ میں نے وہاں دیکھی ہے یہ ایک طرح سے Conseutration کے کرشمے ہیں تصور اور خیال کی مشق سے بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے لیکن عالم ناسوت سے یہ لوگ آگے نہیں بڑھتے.....تمہیں اگر شوق ہو تو ایک بزرگ سے ملادوں گا وہ تصور اسم ذات سے اگلی دنیا کھولتے ہیں جس سے انسان عالم ناسوت سے پرواز کرتا عالم ملکوت جبروت اور لاہوت میں جا داخل ہوتا ہے.....دراصل عالم ناسوت میں جن رہتے ہیں خبیث روحیں رہتی ہیں.....اس لیے یہاں بہت خطرات ہوتے ہیں کئی بار شیاطین یہیں نفس کے رفیق بن جاتے ہیں اور روح اگے نہیں بڑھ سکتی۔''

میں فرنچ کٹ داڑھی والے ماڈرن پروفیسر کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ میری مدد کر سکتے ہیں سر.....روح کے سفر میں۔''

''میں تو تمہاری مدد نہیں کر سکتا ہاں کسی ایسے شخص کی تلاش کی جا سکتہ ہے جو تمہاری اعانت کر سکے یہ جو آسٹرل باڈی کے سفر ہیں ارجادوگروں کی ساحری ہے یہ سب ہمزاد کے کرشمے ہیں ان کا روح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہمزاد چونکی ساری عمر انسان کے ساتھ رہتا ہے انسان کی کوئی بات اس سے چھپی نہیں ہوتی جب حاضرات بلائے جاتے ہیں یا ارروحیں حاضر کی جاتی ہیں تو یہی ہمزاد حاضر ہوتا ہے۔ یہی ماضی ۔کے واقعات بیان کرتا ہے۔

،میں نے سوالوں کا طور مار باندھ دیا۔''

''میں زیادہ نہیں جانتا قیوم..... میں خود تلاش میں ہوں تمہاری طرح راہرو ہوں ..... دیکھو اگر تمہیں کوئی راستہ مل جائے تو مجھے اطلاع دے دینا..... مجھے خبر ہو گئی تو میں تمہیں انگلی پکڑ کر لے چلوں گا..... وہاں بھی بہت چھان بین کی میں نے لیکن کوئی راستہ نہیں ملا وہ لوگ بھی تلاش میں ہیں بہت صوفی سنٹر کھل گئے ہیں کئی بھگتی آشرم ہیں ان گنت ادارے ہیں Protetant,baptist لیکن ابھی کامل یقین کا وقت نہیں آیا..... نہ یہاں نہ وہاں.....''

میں بہت پریشان تھا میرے اندر کی آگ اب بہت بھڑک گئی تھی۔

''کسی طرح..... آپ میری ملاقات کسی روح سے نہیں کرا سکتے..... میرے ابا کی روح سے..... میری ماں کی روح..... وہ..... وہ..... وہ مجھے اس کرب سے نجات دلا سکتے ہیں۔''

پتہ نہیں کیوں میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''میں کچھ نہیں جانتا قیوم..... کچھ تھوڑی سے سوجھ بوجھ آ گئی ہے..... لیکن صرف کتابوں سے مجھے عینی یقین حاصل نہیں ۔بس میرے تمام علم کی طرح یہ بھی ایک Academic research ہے لیکن میں تلاش میں ہوں۔''

اس وقت پروفیسر سہیل سے ملنے تین جوان یونیورسٹی سے آ گئے انہوں نے رسما

تھوڑی سی باتیں کیں پھر تینوں نے سگریٹ بجھا دیے۔ ایک میز پر ایک بڑا شیشہ رکھا گیا۔ درمیان میں گلاس پر سہیل اور دو لڑکوں نے انگلیاں رکھ دیں اور کمرے کے پردے برابر کر کے صرف ایک موم بتی روشن کر دی گئی۔

اب روحیں بلانے کا عمل شروع ہوا۔

''کوئی روح جو ادھر سے گزر رہی ہو۔ گلاس میں آ جائے اور گلاس ہلا کر اپنے وجود کا یقین دلائے.....'' انگریزی میں سہیل نے کہا۔

ابھی سہیل کا استدعا کرتے ایک آدھ منٹ ہی گزرا تھا کہ گلاس ادھر ادھر سرکنے لگا۔

''آپ کس کی روح ہیں۔''

''میں رائیو گرینڈ کے کنارے رہنے والا ایک بروجو ہوں.....'' روح نے مختلف الفاظ پر ہجے کیے۔

''آپ کو مرے کتنے سال ہوئے ہیں۔''

''جب راپ پورٹ کے قریب اپاشی قبیلے کی جنگ ہوئی تھی تو میں ایک انگریز کی گولی سے مارا گیا تھا۔''

''دنیا کا مستقبل کیسا ہے؟''

''تاریک!.....''

''کیوں؟.....''

''ہوپی قبیلے کی پیش گوئی کے مطابق شمال مشرق سے آنے والے ایک ایسا کدو ایجاد کریں گے جس میں راکھ ہو گی جب وہ کدر ہوا میں اچھالیں گے تو دنیا نیست و نابود ہو جائے گی۔''

سہیل نے گلاس میز سے اٹھا کر اس میں پھونک مار دی اور پھر ایک نئی روح کو بلایا۔

''ہم سینٹ فرانسس آف اسسی کو بلانا چاہتے ہیں......'' سہیل نے کہا

''کیوں؟......'' نئی روح نے سوال کیا۔

''ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہم کیا کریں۔انسان کی فلاح کس میں ہے۔''

''غریبی، عصمت اور اطاعتمیں......'' روح نے جواب دیا۔

''ہمیں سینٹ فاسس بلادو۔''

''وہ نہیں آسکتے۔''

''کیوں کیوں؟۔'' سب چلائے۔

''وہ جس عالم میں ہیں وہاں سے آیا نہیں جاتا۔''

مجھ پر اس مشغلے کا عجیب اثر ہوا۔ میں سر سے پاؤں تک پسینے میں بھیگ گیا۔اور میرے معدے میں شدید جلن اٹھی۔

''سہیل میرے ابا جی کو......میرے ابا جی کو......بلاؤ......''

سہیل نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور میری آنکھوں میں دیکھ کر بولا......''وہ نہیں آسکتے قیوم......میں تمہیں بتا چکا ہوں یہاں صرف عالم ناسوت سے پیغامبر آتے ہیں۔''

نوجوانوں نے شیشہ اور گلاس ایک طرف رکھ دیے اور سگریٹ پینے لگے۔اب گفتگو امریکہ کی جنسی زندگی کی طرف مڑ گئی۔ابھی چند لمحے پہلے جو لوگ ارواح سے ناطہ جوڑنے میں مگن تھے بڑے تپاک سے مغرب کی جنسی زندگی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔سہیل انہیں گروپ شادیوں کے متعلق کی رنگ سوسائیٹی وائف سوپینگ۔سیکس شاپ اور بلو فلموں کے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا اس وقت وہ اس قدر چسکے لے کر باتیں کر رہا تھا کہ مجھے شبہ ہوا وہ امریکہ میں سٹڈی تو نہیں کر رہا بلکہ امریکہ کی انڈر ورلڈ میں مافیا کا جیتا جاگتا حصہ ہے۔وہ امریکی لڑکیوں کے متعلق

ایسی انفرمیشن دے رہا تھا جو پلے بوائے رسالوں میں بھی ملنی مشکل ہے اس کی باتوں میں پوری اشتعال انگیزی تھی اور وہ اس وقت مجھے ایسا شیطان لگ رہا تھا جس کے سر پر چھوٹے چھوٹے خرگوش جیسے کان ہوتے ہیں رات گئے تک وہ تینوں نوجوان بیٹھے رہے پاکستان کی ملکی سیاسی حالات روس اور امریکہ کی خارجی پالیسی خاص کر تھرڈ ورلڈ میں ان کی حیثیت اور خودساختہ ایمپائیر کے فرائض کی تشریح اسلامی اخوت اور ملت کا مستقبل تعلیمی مسائل ابلاغ کی حالت دریا غیر میں اور مقامی پالیٹکس میں، لڑکیوں کی آزادی اور پیشہ طلبی ملازمتوں میں گریڈ کی اونچ نیچ مہنگائی موسم فیشن بہت کچھ زیر بحث رہا۔ پروفیسر سہیل بے تکان اور بڑے سلیقے سے بات کرنے کا عادی تھا وہ جب بھی بات کرتا ایسے جیسے لکڑی میں ایک ہی ہتھوڑے سے کیل اندر دھنس جائے، وہ پہلے موضوع کو دوسرے آدمی کے سامنے پھینک دیتا چھوڑنے کے بعد جب موضوع اس تک پہنچتا تو وہ اسے غلیل کے ربڑ کی طرح کھینچ کر تان کر نشانہ باندھتا اس میں دوسرے کو اپنا نقطہ نظر سمجھانے کی اہلیت تھی ..... بلکہ قائل ..... کرنے کا مادہ تھا وہ بحث میں الجھے بغیر گفتگو کو مناظرے کی شکل نہ دیتے ہوئے اپنا مطلب منوانے میں کامیاب ہو جاتا اور یہی اس کی گفتگو کا خوبصورت ڈھنگ تھا جس کی بدولت وہ مختلف محفلوں میں اچانک چمکنے لگتا اور رفتہ رفتہ چھا جاتا رات گئے جب وہ مجھے لے کے باہر نکلا تو پورا چاند چمک رہا تھا۔

''آؤ چلیں۔''

''میں چلا جاؤں گا..... سر'' میں نے اصرار کیا۔

''کیسے جاؤ گے تمہاری موٹر سائیکل تو وہیں رہ گئی۔''

پہلی بار مجھے خیال آیا کہ اپنی موٹر سائیکل کو ساتھ نہ لانا بہت بڑی احمق پن تھا۔

''بیٹھو..... اور اندر سے اس قدر کس کر مت رہا کرو۔ relax relax رات کے ڈھائی بجے میں پھوپھی کے گھر پہنچا۔ کار جس وقت پھاٹک تک پہنچی دو بڑے بڑے

السیشن کتے اندر لان سے بھونکتے اور بھاگتے ہوئے آئے اور پھاٹک کے اوپر پاؤں رکھ کر بھونکنے لگے۔ کافی دیر تک اندر سے کوئی نہ آیا۔ ہم دونوں بھی کتوں کی وجہ سے کار کے اندر ہی بیٹھے رہے پھر بوڑھا خانساماں اور روشن برآمدے میں آئے پہلے پورچ کی دو بتیاں روشن ہوئیں پھر خانساماں اور روشن گھر کے پھاٹک کی طرف آئے خانساماں نے دونوں کتوں کو گلے کے پٹکے سے پکڑا اور اندر لے گیا۔ روشن میری طرف بڑھتی آئی میں نے پروفیسر سوہیل سے خدا حافظ کہا اور اندر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

''افسوس میں موٹر سائیکل یہیں چھوڑ گیا ورنہ یہاں نہ آتا۔''

''اچھا ہوا کہ..... کہ آپ آ گئے پھوپھی جان بار بار پوچھ رہی تھیں۔''

''کیا۔؟''

''کچھ نہیں جی..... بس یہی.....''

ہم دونوں چپ چاپ اندر کی طرف چلے۔

ڈبل بیڈ پر لیٹنے سے پہلے اس نے اونچی آواز میں کہا

''افتخار کا خط ہے..... آپ دیکھ لیں۔''

میں غسل خانے کے اندر روشن کے برش سے دانت صاف کر رہا تھا۔

''اسے رکھو.....'' میں نے اندر سے کہا۔

''آپ پڑھ لیں جی۔''

باہر آ کر میں نے سعودی عرب کا نیلا ایروگرام کھولا لکھا تھا۔

ہم دونوں چپ ہو گئے پھر کچھ دیر بعد وہ ڈبل بیڈ کے ایک کنارے اور میں دوسرے کنارے پر لیٹ گئے۔ اب بھی ہم میں دو بازو بھر فاصلہ تھا بتیاں بجھا دی گئیں تو پچھلی کھڑکی سے پوری چاند کی روشنی اندر آنے لگی۔

''آپ کو روشنی بری لگتی ہو تو کھڑکی کے آگے پردہ کر دوں.....؟ روشن نے بڑی

دیر کے بعد پوچھا۔"

"نہیں ٹھیک ہے۔"

ہم دونوں ہمیشہ ایک ہی کمرے میں رہے تھے لیکن ہمارے پلنگ ہمیشہ علیحدہ تھے اس ڈبل بیڈ نے دوری اور نزدیکی کا ایک اور بکھیڑا کھڑا کر دیا۔

بڑی دیر بعد میں نے سوال کیا..... تمہارا پاسپورٹ تیار ہے؟"

"ہاں جی..... وہ تو..... وہ تو افتخار نے جانے سے پہلے بنوا دیا تھا۔"

"اچھا۔"

پھر ہم دونوں میں خاموشی چھا گئی۔

"اگر تم کو کوئی خرید و فروخت کرنا ہو تو پیسے مجھ سے لے لینا۔"

"نہیں جی۔"

بڑی دیر تک وہ آنکھیں کھولے چھت کو دیکھتی رہی میں نے کروٹ بدل لی۔

"اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں غسل خانے کی بتی جلا لوں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ضرور۔"

اس کے بعد میں نے سر کے نیچے سے تکیہ اٹھایا اور اپنے چہرہ پر لے لیا مجھے معلوم نہیں وہ چاند رات میں غسل خانے کی بتی جلا کر جاگتی رہی کہ سو گئی۔

پکی سڑک کے کنارے فرو پیسر سہیل نے گاڑی پارک کر دی اور ہم سائیں جی کے ڈیرے کی طرف پیدل چلنے لگے۔ یہ ڈیرہ پکی سڑک سے قریباً پونے دو میل دور تھا راستے میں ایک نہر کئی کھیت کیکر کے درختوں کے جھنڈ پرانے بے آباد بھٹے مٹی کے ٹیلے اور جھاڑیوں آئیں۔ سارا راستہ سائیں جی کے کشف و کرامات کے متعلق بتاتا رہا امریکہ پلٹ سہیل پوری عقیدت سے سائیں جی کا متعرف ہو رہا تھا۔

"وہ چاہیں تو موت کا حجاج اٹھا کر تمہیں ادھر کی دنیا کا رخ دکھا سکتے ہیں۔"

''تمہاری پریشانی کا حل کتابوں سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ میں بھی سمجھتا تھا کہ مجھے کتابوں سے کوئی راستہ مل سکتا ہے لیکن جب تک سائیں جی کے ڈیرے پر نہیں پہنچتا میری پریشانیوں کا حل نہیں ملا۔''

''تو کیا اب آپ Anxiety سے آزاد ہو چکے ہیں سر؟''

''نہیں.....''

''تو پھر حاصل؟.....''

''انسان کو دنیا میں ایک سب سے بڑی پریشانی ہے قیوم..... وہ پائیدار ہونا چاہتا ہے اور مورکے ہوتے ہوئے وہ کبھی مستقل نہیں ہوسکتا۔ انسان کی ہر پریشانی کا تجزیہ کرو اصل میں پریشانی موت سے پیدا ہوتی ہے..... آرزو کی موت راحت و خوشی کی مرگ..... دیکھو تو آدمی ہر وقت مرتا رہتا ہے بدن کی موت تو آخری فل سٹاپ ہے موت کی جھلکیاں چھوٹی موٹی ملاقات تو روز ہوتی ہے موت سے۔''

''مجھے اب فلسفہ نہیں چاہیے پروفیسر سہیل..... میرا خیال ہے زیادہ سوچ نے میری زندگی میں بارود بھر دیا ہے۔''

''سائیں جی سے ملو گے تو پتہ چلے گا موت کچھ نہیں ہے..... وہ پردہ اٹھا کر دکھا دیں گے کہ کیسے انسان اس جسم کو چھوڑنے کے بعد پھر ابدی زندگی پالیتا ہے..... جنت وہ جگہ ہے جہاں خوشیاں کی موت نہیں آرزو کی مرگ نہیں..... موت نہ ہوتی موت کا شعور نہ ہوتا تو آدمی کبھی غم سے آشنا نہ ہوتا..... دیوانہ نہ ہوتا!''

''وہ مجھے ابا کی روح سے ملا دیں گے۔''

وہ پتہ نہیں کیوں مجھ سے نظریں چرانے لگا۔

ڈیرے پر مکمل خاموشی تھی کھلا احاطہ تھا جس میں ایک طرف چھوٹی سی کچی مسجد تھی مسجد کے احاطے میں چٹائیوں پر دو سفید ریش بزرگ بیٹھے کھجور کی گٹھلیاں ہاتھوں میں لیے ذکر میں مشغول تھے۔ ایک ہرا جھنڈا سائیں جی کے کوٹھے پر لہرا رہا تھا

سارے میں گرمیوں کی دوپہر چھائی تھی۔ ڈیرے پر کوئی درخت نہ تھا پھر بھی کہیں سے کوئل کی آواز گرد آلود آسمان کو چیر کر پہنچ رہی تھی۔ سائیں جی کے کچے کوٹھے میں ٹھنڈک اور شانتی تھی وہ کھجور صف پر کہنی کے بل نیم دراز تھے اور ان کا ایک مرید کھجور پنکھے سے انہیں جھل دے رہا تھا کمرے میں اندھیرا ہونے کی وجہ سے چند لمحے تک کچھ نظر نہ آیا۔ سائیں جی کا مشفق چہرہ اور لمبی سفید ریش بہت بعد میں نظر آئی۔

''آؤ بیٹھو بیٹھو آج تو بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔''

سائیں جی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے، اب کے جسم پر تہمد کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ چھاتی کے سفید بال سینے کو ڈھانچے چمک رہے تھے۔

''جا بھائی ان کے لیے چائے لا۔''

مرید نے پنکھا چھوڑا اور حق سائیں کہہ کر ڈیرے سے نکل گیا پتہ نہیں چائے کہاں پکتی تھی کیونکہ بظاہر نہ کہیں دھواں تھا نہ چولہا۔ مجھے لگا جیسے ڈیرے پر ہمزاد پکی پکائی چیزیں اتارتے ہوں۔

''آرام سے کھلے ہو کر بیٹھیں.....'' سائیں جی نے مجھے کہا اور پھر کتنی ہی دیر اللہ اللہ کرتے رہے۔ کجراتی پیالوں میں گرم گرم چائے آگئی۔ کچھ عرصہ بعد تندوری روٹیاں مکھن اور مچھلی کا طشت لے کر ایک اور مرید حاضر ہو گیا۔

''لنگر کریں..... لنگر میں برکت ہوتی ہے۔''

ہم مودب انداز میں کھانا کھانے لگے۔ میں خاموش تھا لیکن ڈسکٹر سہیل سلوک کی مختلف منزلوں پر سائیں جی سے تبادلہ خیال کر رہا تھا گفتگو میں خاص ٹیکنیکل توجیہات کی وجہ سے بات میری سمجھ سے بالاتر تھی۔

''اچھا تو آپ کے دوست دعوت الارواح کی مجالس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں۔''

''جی میں اپنے باپ کی روح سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''بیٹا اگر یہ فقط تجسس کے لیے ہے تو باز رہو اگر باطنی فتح کی خاطر مطلوبہ روح کی رویت چاہتے ہو تو ہم راستہ بتا دیں گے۔''

''کیسے؟ حضور کیسے؟ سائیں جی میں بہت بے قرار رہتا ہوں۔''

''خواب میں چاہو تو خواب میں..... مراقبے میں استغراق میں چاہو تو ویسے عالم بیدار میں روح کو مجسم دیکھنا چاہو تو اس طرح۔''

''کیا روح دوبارہ جسم میں آسکتی ہے سائیں جی۔''

''روح دوبارہ جسم میں نہیں آتی۔ لیکن جس صورت میں متشکل۔ ہونا چاہے ہو سکتی ہے۔ ملائکہ جنات بھی یہ قدرت رکھتے ہیں..... لیکن بیٹا یکسوئی شرط ہے۔''

''یکسوئی کی کوشش کروں گا تو سائیں جی.....'' میں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''ہم تم کو ایک طریقہ بتاتے ہیں..... اسم ذات کسی کاغذ پر لکھ پر دیوار پر ٹانگ لینا ایسے کہ تمہاری نظریں اس کے متوازی ہوں پھر آرام دہ تکیے سے ٹیک لگا کر اس کر دیکھنا اور پاس انفاس جاری رکھنا..... روز..... بلاناغہ پہلے پانچ منٹ پھر ہر دن کے ساتھ ساتھ ایک مغاور..... ظلمات بحری جب دور ہونے لگیں گے تو خود بخود عالم ملکوت کا راستہ کھلے گا۔''

میں نے اس سے پاس انفاس کا طریقہ سیکھا بڑی دیر تک اس عمل کا تجزیہ ہوتا رہا کہ لا کیسے کہا جائے اور الا اللہ کی ضرب کیسے قلب پر جاری کی جائے۔

کچھ دیر کے لیے سائیں جی نے مجھے پاس انفاس کا ورد پریکٹیکل شکل میں کر کے دکھایا۔

''کتنے دن یہ عمل جاری رکھنا ہوگا سائیں جی۔''

سائیں جی ہلکا مسکرائے۔ کڑی دھوپ میں جیسے نیم کی گھنی چھاؤں۔

''بیٹا یہ تو سالک کی اپنی لگن پر منحصر ہے کچھ لوگ دنوں کی منزل سالوں میں طے کرتے ہیں کچھ سالوں کو لمحوں میں پار کر جاتے ہیں اونگھنے سونے یا سستی کرنے سے

راستہ کھوٹا ہوتا ہے...... جب یہ مشق ہو گی تو اندھیرے میں بھی اسم ذات نظر آنے لگے گا۔اس وقت تم کسی چیز کو بھی متوجہ کر کے اسے اپنی طرف کھینچنے کی قوت اپنے میں پاؤ گے۔''

یکدم روشن کا شرد چہرہ میری نظروں میں گھوم گیا

''جب یکسوئی کا مرحلہ طے ہو گیا تو پھر قوت ارادی کا عمل بتائیں گے۔جب یکسوئی تصور اور قوت ارادی مظبوط ہو گئے تو پھر لطیفہ خفی کا مقام کھلے گا۔''

''لطیفہ خفی کا مقام؟......'' میں نے لجاجت سے سوال کیا۔

''دو ابروؤں کے درمیان لطیفہ خفی کا مقام ہے جس طرح ناسوتی چیزوں کو دیکھنے کے لیے آنکھ کام دیتی ہے جب باطنی آنکھ کھلے گی تو روح ملایکہ اور دیگر باطنی اشیاء خود نبی علیہ ﷺ نظر آنے لگیں گی۔''

''کیا میری باطنی آنکھ کھل سکے گی؟۔''

''ہاں بھئی کیوں نہیں...... بچہ جو دیکھے ہے سمجھتا ہے؟ ارد گرد کے لوگ بتاتے ہیں یہ گھوڑا ہے یہ بلی ہے ایسے ہی ہر آدمی اپنی باطنی آنکھ سے کچھ نہ کچھ کبھی نہ کبھی دیکھتا ہے لیکن سمجھ نہیں سکتا۔رہنمائی شرط ہے جب یہ مرحلے طے ہو جائیں گے تو ہم تم کو ایسا رود بتادینگے جس سے روح عالم شکل میں آکر تم سے خود ملے گی ان کی زیارت کے وقت اگر فیض چو ہو گے تو کئی منزلیں طے ہو جائیں گی۔دنیاوی رہنمائی کی آرزو کھو گے تو وہاں اعانت کریں گے۔لیکن بہتر یہی ہے روحانی فیض حاصل کرو۔''

میں خوفزدہ ہو کر سہیل کی طرف دیکھا...... ''یہ تو بہت لمبا کام ہے سر......کون جانے یکسوئی نصیب ہو نہ ہو......قوت ارادی مظبوط ہو سکے نہ سکے۔سائیں جی کوئی چھاٹا راستہ نہیں ہے......کوئی شارٹ کٹ۔''

''ہے!۔''

''بتایئے خدا کے لیے بتایئے۔''

''بزدل ہو؟۔''

''جی کوئی خاص نہیں'' شاید ہوں بھی۔''

''اندھیرے سے تو ڈر نہیں لاتا''

''نہیں جی۔''

''شیطانی آوازوں سے تو نہیں گھبراتے؟۔''

پروفیسر سہیل نے میری طرف نظر ڈالی جیسے وہ مجھے روکنا چاہتا تھا۔

''جی نہیں۔''

''تو آؤ میرے ساتھ۔''

ہم دونوں اٹھ کر سائیں جی کے پیچھے پیچھے چلے، وہ ہمیں ڈیرے سے کوئی دو فرلانگ دو لے گئے یہاں مٹی کے اونچے نیچے تودے اور بکائن کی جھاڑیاں تھیں۔ ان ہی ٹیلوں کی راٹ میں ایک پکی قبر بنی تھی۔ جب ہم قبر کے قریب پہنچے تو نظر آیا کہ قبر کے اندر جانے والی سیڑھیاں صاف نظر آرہی ہیں جس وقت سائیں جی قبر میں داخل ہوئے اس لمحے پروفیسر سہیل نے خوف سے میری جانب دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ لیکن میں دور تک فیصلہ کر چکا تھا اس لیے آہستہ آہستہ سائیں جی کے پیچھے پیچھے اترنے لگا آٹھ سات سیڑھیاں اتر کر ہم قبر کے اندر پہنچے تو گھپ اندھیرا تھا نم مٹی کی خوشبو آرہی تھی اور باہر کی نسبت اندر ٹھنڈک تھی۔

سائیں جی نے اندر جا کر ماچس جلائی اندھی کھوہ میں لپائی بڑی نفاست سے کی ہوئی تھی اور ایک طاقچے میں قرآن کریم ریشمی کپڑے میں ملفوف دھرا تھا سائیں جی نے موم بتی روشن کر کے طاقچے میں رکھ دی کیونکہ قبر کے اندر کھڑے ہونے کی جگہ نہ تھی اس لیے ہم کمریں جھکا کر ایستادہ تھے۔

''بیٹھ جاؤ۔''

ہم دونوں لپے ہوئے فرش پر سائیں جی کے پاس بیٹھ گئے۔

''یہ ہماری قبر ہے یہاں ہر رات ہم قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے لیے آتے ہیں اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔''

آپ کے پیر و مرشد بھی یہاں آتے ہیں؟'' میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ان کے وصال کو چالیس سال ہو چکے ہیں لیکن یہاں وہ باقاعدگی کے ساتھ ہمیں ہدایت دینے آتے ہیں۔''

''سائیں جی..... آپ کو یہاں ڈر نہیں لگتا.....'' پروفیسر سہیل نے سوال کیا۔

''جس بشر کے ساتھ ظلمات بشری ہوا سے ڈر لگتا ہے جس اس جہالت سے نکل جاتا ہے وہ نور ہدایت سے منور رہتا ہے خوف اور بزدلی اسے چھو نہیں سکتی۔''

قبر کی چھت سے نامعلوم سی مٹی چھن چھن کر گر رہی تھی۔

''برخوردار اگر تم کو اپنے والد کی روح سے ملنا ہو تو یہاں مل سکتے..... ہو۔''

''جانے دو یار.....'' آہستہ سے سہیل نے کہا۔

''ہاں میں تیار ہوں۔''

''پہلے چار ہفتے تم میرے ساتھ یہاں آؤ گے۔ پھر ایک جمعرات ہم باہر ہوں گے تم اندر ہو گے۔ تم کو اپنے والد کی روح ملنے آئے گی یاد رکھو روح گزند نہیں پہنچاتی۔ لیکن اس کی ہیبت بہت ہوتی ہے ہم باہر ہوں گے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔''

''ٹھیک ہے سائیں جی میں تیار ہوں.....'' میں نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا۔

''تم کو اپنے والد کی قبر کا نقشہ یاد ہے۔''

میں سوچ میں پڑ گیا۔

چندرا کا سارا گاؤں میری نظروں میں گھوم گیا۔..... کلر کھائی زمینیں، دو منزلہ چھوٹا اینٹ کی حویلی..... اماں کا کھلا صحن جس کے ایک طرف دیمک زدہ تخت پوش پڑا تھا۔ اوپر چڑھنے والی گول سیڑھیاں اور چوتھی سیڑھی کی ٹوٹی ہوئی اینٹ ممٹی کے ساتھ

بوڑھے گدھ جیسا میرا باپ..... مجھے تو یہ معلوم نہ تھا کہ ابا زندہ تھا کہ مر گیا؟ اس کی قبر کہیں تھی بھی کہ نہیں؟

''سائیں جی مجھے اپنے والد کی قبر کا نقشہ یاد نہیں''

سائیں جی نے دونوں ابرو اٹھا کر پوچھا..... ''بیٹا پھر زیارت کیسے کرو گے باپ کی قبر کو ہی تو یہاں بیٹھ کر یاد کرنا ہو گا۔''

سہیل نے مجھے کہنی مار کر کہا..... ''کس بکھیڑے میں پڑ گئے ہو..... چلو.....''

''بیٹا ملاقات صرف اسی کی ہو سکتی ہے جس کی قبر کا نقشہ ذہن میں ہو۔''

یکدم سیمی میری نظروں میں گھوم گئی پتہ نہیں اتنی دیر میں نے باپ کی رٹ کیوں لگا رکھی تھی؟ مجھے سیمی سے ملنے کی آرزو تھی میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ دنیا کے جھنجھٹ سے نکل کر کیا اب وہ شانتی سے ہے کہ اب بھی اس کی روح لندن کی سڑکوں پر آفتاب کے تعاقب میں بھٹکتی ہے؟ کبھی اسے میرا خیال بھی آیا ہے کہ مرنے کے بعد فروعی تعلقات یاد نہیں رہتے۔؟

''کسی لڑکی کے بارے میں سوچ رہے ہو برخوردار۔؟''

میں نے گھبرا کر سائیں جی کی طرف دیکھا۔

''جی..... میں اس سے ملنا چاہتا ہوں لیکن مجھے معلوم نہیں وہ کہاں دفن ہے؟''

''ہم تمہیں بتا چکے ہیں قبر کے تصور کے بغیر یہ عمل بیکار ہو گا۔''

امتل؟

امتل کہاں دفن تھی کیا وہ میانی صاحب کے نشیبی علاقے میں دفن تھی کیا راوی کے آس پاس اس کا استانہ تھا۔

میری ماں؟

ماں کی قبر کا نقشہ بھی مجھے یاد نہ تھا..... پتہ نہیں اس کی قبر کو کلر چاٹ گیا یا شاید وہ مائی توبتو بہ کے پتلوں کی طرح مٹی پر بے آسرا ہی پڑی ہو کہیں؟

''سائیں جی کیا سیمی مجھے مل سکتی ہے۔''

پروفیسر سہیل نے مجھے کہنی مار کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

''مل تو سکتی ہے بیٹا لیکن اس کی قبر کا تصور تو لانا پڑے گا ذہن میں۔''

میں نے سر جھکا لیا آخری بار جب میں نے اسے چھوڑا تو وہ ہسپتال کے لال کمبل میں لیٹی ہوئی تھی۔

''اچھا سائیں جی اجازت دیں؟''

پروفیسر سہیل اٹھ کھڑا ہوا اور ہم دونوں قبر سے باہر نکلنے لگے۔

''اچھا بیٹا تم کل آنا.....ہم تمہارے لیکچر سوچیں گے۔''

واپسی پر پروفیسر سہیل نے کار بہت تیز چلائی اور کئی جگہوں پر بریکیں لگائیں۔وہ بہت مضطرب تھا، وارث روڈ کی کوٹھی میں داخل ہونے کے بجائے اس نے گیٹ کے سامنے کار پارک کر لی پارکنگ لائیٹز کی وجہ سے سڑک پر ہلکا سا چانن ہو گیا۔پھر اچانک ایک بوسیدہ عمارت کے پیچھے سے پورا چاند رسی ٹاپتا سامنے آ گیا ہمیں دیکھتے ہی اس نے اپنی رسی دائرے کی شکل میں اپنے گرد پھیلاتی اور ساکت ہو گیا۔

''یہ تم بار بار سیمی سے ملنے کی آرزو کیوں کر رہے تھے؟''

میرے پاس اس کی کوئی خاص وجہ نہ تھی۔

''میں تمہیں بہت لیکچر دیتا رہا ہوں لیکن ابھی تک بہت احمق ہو سٹوڈنٹ .....سائیں جی برگزیدہ ہستی ہیں کشف و کرامات سے آگے نکلے ہوئے ہیں ایسے بزرگان دین سے سیمی ویمی کا ذکر نہیں کرتے۔''

پھر ان سیمیوں کا ذکر کن سے کرتے ہیں سر؟ کن سے۔

''مجھ جیسے فری سٹائل پروفیسر سے جو تمہیں دنیا کے علم کے مطابق ایسی باتوں کا حل بتائیں۔''

''پھر بتائیں حل۔؟''

وہ سر کھجانے لگا..... ''گو میں خود بہر الجھا ہوں اس سیمی کے ٹاپک میں..... لیکن مجھے غلی راستے ملتے رہے ہیں تم میں وہ صلاحیت نہیں ہے۔''

مجھے کوثر یاد آ گئی اسی نے مجھے بتایا تھا کہ پروفیسر سہیل بھی سیمی کا گرفتہ رہ چکا ہے۔

''یار..... یہ لڑکیاں بڑی لعنتی چیز ہیں پتہ نہیں چلتا کہ کہاں اتر چکی ہیں..... تمہارے اندر..... خاص کر سیمی شاہ تو بہت ہی دور تک اترنے والی تھی..... تھی نا؟''

''تھی جی..... بہت''

''بیچارے پروفیسر بھی کیا کریں وہ بھی جب کہ وہ عمر میں اپنے طالب علموں سے کچھ ہی سال بڑے ہوں۔''

میں حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

''پروفیسر کی شان یہ ہے کہ باپ بن کر رہے گرو بن کر رہے..... اور..... لڑکی..... یہ چاہتی ہے کہ پروفیسر سر پر راکھ ڈال کر پیچھے پیچھے چلے..... لعنت ہے اس مخلوط تعلیم پر!''

''سہیل اور میں بہت دیر کار میں بیٹھے باتیں کرتے رہے امریکہ سے واپسی پر وہ میرا پروفیسر نہیں رہا تھا دوست بن گیا تھا۔ ایک طرح سے دوست تو وہ شروع دن سے تھا لیکن اب وہ مراتب کا لحاظ بھی جاتا رہا تھا۔ جب ہم دونوں نے تیسری ڈبیا سگریٹ کی شروع کی تو سہیل بولا..... یار لڑکی آخر چیز کیا ہے..... کچھ سمجھنے نہیں دیتی۔ کہیں پہنچنے نہیں دیتی۔ ہمیشہ ہر سوال کے سامنے اور ہر جواب کے پیچھے آ کھڑی ہوتی ہے۔''

میں حیرانی سے اس کا چہرہ تکنے لگا۔ فرنچ کٹ داڑھی اور سرخ چیک کی بش شرٹ میں یہ نوجوان مجھے کچھ اجنبی سا لگا کبھی اس نے کسی ٹاپک پر ہار نہیں مانی تھی۔

''آج تک ہمیشہ تم نے اپنی مشکلات کا مجھ سے ذکر کیا ہے آج میں تمہیں اپنے اندر کی زندگی کے متعلق کچھ بتاؤں گا۔''

بڑے تعجب کی بات تھی کہ ابھی تک میں نے کٹھی ڈاکٹر سہیل کی زندگی میں دلچسپی نہ لی تھی۔ وہ میرے لیے فقط علم کا Bionic Man تھا بغیر جذبات کے علم اگلنے والا۔

''جب تم لوگ کالج میں داخل ہوئے ہو..... اس وقت میں اونچی اڑانوں میں تھا سٹاف روم میں میری باتیں سن کر Extension سے چمٹے ہوئے پروفیسر دنگ رہ جاتے میں علم کے بل بوتے پر ایک بڑا حسین و جمیل فرعون بن گیا تھا اندر سے مجھے کسی کی پروا نہ تھی۔''

''اب ہے..... سر۔''

''ہاں ہے..... اپنی تھیوری کی..... یاد ہے رزق حرام کی تھیوری۔''

''خدا کے لیے اسے دوبارہ نہ دوہرانے لگ پڑیں۔''

''نہیں اسکی چندراں ضرورت نہیں میں اپنی کتاب چھاپنے کے لیے امریکہ کے ایک پبلیشر سے بات کر رہا ہوں رزق حرام کی تھیوری پر تم سے بات ہوگی لیکن بزبان انگریزی ہوگی۔''

''پھر سر جب ہم داخل ہوئے تب؟''

چاندنی عادت ہے جب کبھی راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہوں وہ کسی نہ کسی درخت کی اوٹ سے نکل آتا ہے۔ اور کسی پھاپھا کٹنی کی طرح ساری باتیں چوری چوری سنتا رہتا ہے اس وقت بھی پورا چاند وارث روڈ پر نہ جانے کیوں اٹلا ہو گیا تھا اور ایک کوٹھی کی تیسری منزل سے پورا نکلا ہوا ہماری باتیں سنے جا رہا تھا۔ ایسی لڑکی کی طرح جو اپنے باپ کی موجودگی میں اپنے منگیتر کی رنگین Slides نہیں دیکھ سکتی اور آدھا دروازہ کھول کر اندھیرے میں اپنے چندرماں کو دیوار کی سطح سے ٹمٹماتا دیکھتی ہے۔

''اتنے سارے علم کے باوجود..... اتنی بے اعتنائی دکھانے پر بھی وہ سیمی شاہ میرے دل میں گھستی چلی گئی میرے دل میں اگر علم کا تکبر اتنا نہ ہوتا تو شاید میں اسے لے اڑتا لیکن علم خود ایک حجاب ہے میرا خیال تھا کہ وہ میرے سامنے زانو ٹیک دے گی لیکن ابھی میں اپنے علم کو آگ نہیں لگا سکا تھا کہ آفتاب درمیان میں کود آیا۔ اس کے پاس وہ سب کچھ تھا جو کوئی عورت پسند کرتی ہے..... تھا نا.....''

''تھا..... سر.....'' میں ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا۔

''تم سب حیران تھے کہ..... کہ سیمی شاہ اچانک کالج کیوں چھوڑ گئی اور آفتاب نے اس سے شادی کیوں کر لی..... یہ بات تمہارے لیے معمہ تھی.....؟''

''اب بھی ہے۔''

''وجہ میں تھا..... میں برا آدمی نہیں ہوں۔ devil نہیں ہوں مائی ڈیر سٹوڈنٹ ..... لیکن اتنے سارے علم کے باوجود میں اپنے Emotions پر قابو نہ پا سکا..... ان دنوں میں اس قدر شدید حسد کا شکار ہو گیا کہ تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے..... آفتاب مجھ سے بہت متاثر تھا میں طالب علموں کو متاثر کیے بغیر اپنی نوکری کو حلال ہی نہیں سمجھتا۔''

''مجھے یاد ہے سر..... وہ سارا وقت آ کی مالا جپتا تھا۔''

''جیسے تم..... مجھ سے متاثر ہو..... سہیل نے دھواں چھوڑ کر کہا..... لیکن تم دونوں مجھ سے نہیں میرے علم سے متاثر تھے۔''

''بس دو شامیں آفتاب نے میرے ساتھ ہوٹل میں گزاریں اور پھر اسے سیمی سے محبت ہو رہی ہو گی لیکن وہ سیمی سے شادی پر رضامند نہ رہا..... میں نے اسے بددل کر دیا سیمی سے۔''

''آپ نے..... آپ وجہ تھے.....'' مجھے وہ ساری باتیں یاد آ رہی تھیں جو شادی کے دن آفتاب نے مجھ سے تالاب کنارے کی تھیں وہ ساری گفتگو پروفیسر سہیل

سے.....تھی

''ہاں میں ہی وجہ بنا.....میں.....سیمی میری طرف چروع چرع میں مائل تھی لیکن آفتاب کو میں نے یقین دلا دیا کہ وہ کسی ایک مرد کے ساتھ خوش نہیں رہ سکے گی سیمی میں محبت تو تھی وفا نہیں تھی۔''

''یہ آپ نے کیا کیا؟.....وہ تو سر سے پاؤں تک وفا تھی سر.....اس نے تو آفتاب کے لیے جان دے دی۔''

سہیل نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر کہا.....''ہاں یہ میں نے کیا کیا قیوم.....بہت دیر میں اس guilt میں مبتلا رہا لیکن اب نہیں.....بہت سے راستے کھلے ہیں مجھ پر اس احساس جرم کا دروازہ کھلنے کی وجہ سے.....بہت کچھ عطا کیا ہے مجھے اس guilt نے۔اب میں علم کا تعاقب حکم اور انکساری سے کرتا ہوں پہلے میں اسے تلوار کی طرح استعمال کرتا تھا۔میں کھاتے پیتے گھرانے کا فرد تھا مجھے طبقاتی احساس کمتری نہ تھا چہرہ مہرہ بھی قابل قبول تھا.....اس لیے یہ احساس کمتری پیدا نہ ہو سکا.....شکر ہے جوانی میں guilt کا زہر رگوں میں اتر گیا ورنہ اپنے عہد کا پورا شیطان ہوتا مجھے بھی اس guilt نے بڑی مار دی ہے۔''

ہم دونوں چپ ہو گئے بہت دیر چپ رہے۔

''

پتہ نہیں آفتاب کا کیا حال ہے؟ وہ کہاں پہنچا ہے اگر کبھی وہ تمہیں مل جائے تو مجھے امریکہ خط ضرور لکھنا میں چاہتا ہوں کہ وہ خوش رہے اتنے علم کی وجہ سے ہم تو خوش نہیں رہ سکے۔''

''کب جا رہے ہیں آپ واپس؟''

''پرسوں ایک مہینے کی تو چھٹی تھی۔''

''اتنی جلدی۔''